

مدیر کے نام

ڈاکٹر صہد صلاح الدین پاٹنسی "پھوارک"

پروفیسر آسی خیائی کا مضمون "سید مودودی: اردو ادب کے سلسلہ الدبب کی آخری کڑی" (ستمبر ۱۹۰۰ء) ایک اچھا مضمون ہے لیکن اس کا آخری جملہ قاتل توجہ ہے: "یہ کام سید موصوف نے کر دکھایا اور اب اس نمونے پر لکھنے والے آہست آہست تعداد اور کیفیت دونوں میں بروتے جا رہے ہیں اور اب بظاہر کسی نئے انتقلابی ادب کے آئے کے آثار ہیں نہ گنجائش" (ص ۳۲)۔ حقیقت یہ ہے کہ صرف نبوت کا سلسلہ بند ہوا ہے، اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا لیکن ادب، مفکر، لیڈر، شاعر اور مفسر ہر زمانے میں پیدا ہوتے رہیں گے۔ اس کی ضرورت بھی رہے گی اور گنجائش بھی ہے۔

سید عزیز گھلائی "کوپن ہیکن" (لندن)

"سید مودودی: اردو ادب کے سلسلہ الدبب کی آخری کڑی" (ستمبر ۱۹۰۰ء) معلومات افزا اور دل چسب تحریر ہے مگر فاضل عمر کا دانستہ تحقیق کے اصولوں سے انحراف اور "اعتراف جرم" (ص ۲۲-۲۳) مضمون کے متعلق علی تحفظات قائم کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس پر مستزاد اردو ادب کے ارتقا میں ابوالکلام آزاد کے تذکرے سے بے اختتاں، مضمون کی معرفیت پر ایک سوالیہ نشان ہے۔ ابوالکلام" کا اسلوب نکارش، بعض دوسرے ادب کے برخلاف، یقیناً ان کے ساتھ مخصوص رہ۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ البلاں نے اردو ادب (باخصوص اسلامی ادب) کوئے محاورات اور تراکیب سے ملا مل کیا، اور مروجہ الفاظ کوئے معنی دیے۔ اقامت وین، حکومت الیہ، خلافت، حزب اللہ انکی ہی چند اصلاحات ہیں۔ خود سید مودودی" نے مولانا آزاد" کی اس دینی اور ادبی حیثیت کو قبول کیا ہے (اویسی: تذکرہ سید مودودی، ج ۱، ص ۳۲۲)۔

ڈاکٹر محمد اسحاق منصوری، "کراچی یونیورسٹی"

"اردو ادب کے سلسلہ الدبب کی آخری کڑی" (ستمبر ۱۹۰۰ء) عمدہ اور منفرد تحریر ہے۔ اگر ہر ادب کی تحریر سے چند مثالیں یا کم از کم مکمل حوالے بھی دیئے جاتے تو افادت مزید ہو جاتی۔ صاحب مقالہ اپنی اس پیش کوئی پر کہ "اب بظاہر کسی نئے انتقلابی ادب کے آئے کے آثار ہیں نہ گنجائش" (ص ۳۲)، نظر ثانی فرمائیں۔ اس لیے کہ سید مودودی مرخوم نے تو ہمیں اکابر پرستی کے خلاف جہاد کا درس دیا ہے اور آئے والا دور کسی انتقلابی ادب کی گنجائش بھی رکھتا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہ" کا بھی ذکر ہونا چاہیے تھا۔ اگرچہ اردو میں ان کی اپنی کوئی تحریر نہیں، کام اردو ادب پر ان کے جو اثرات پڑے ہیں، نہ تھا جیسا کہ ادب میں بعثتانہ انداز تک قاتل تعریف ہے۔

امجد عبدالحسی، لاہور

"مذید یا کامیار شرف بے اسلام ہوتا" (اگست ۱۹۰۰ء) میں اسلام کے تصور تفریخ کے تحت ذرا سے پیش کرنے کی بہت کی گئی ہے۔ یہ جدید دور کے حوالے سے خواہ گنجائش نکلنے کا انداز لگک اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے اس میں جس چیز کی